قدرت ثانیہ کے ہوتے ہوئے کسی اور مجدد کی کوئی ضرورت نہیں۔

توحید نے غلاموں کو بھی ایسی عزت دی کہ وہ سیدنا بن گئے

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۲۷ راگست ۱۹۹۳ء بمقام بیت الفضل لندن)

تشہد وتعوذ اور سورۂ فاتحہ کے بعد حضور انور نے درج ذیل آیات کریمہ تلاوت کیں۔

شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۙ وَالْمَلٰٓئِكَةُ وَاُولُوا الْعِلْمِ قَآئِمًا بِالْقِسْطِ ؕ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿۱۹﴾ (ال عمران:۱۹)

وَاِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ ﴿۱۶۴﴾ (البقرہ:۱۶۴)

پھر فرمایا:۔

پہلی آیت ال عمران سے آیت ۱۹ تھی دوسری آیت سورۃ البقرہ ۱۶۴ ہے۔

توحید کا جو مضمون میں بیان کر رہا ہوں اس کی طرف آنے سے پہلے چند اجتماعات سے متعلق اس خواہش کا ذکر کرنا چاہتا ہوں کہ ان اجتماعات کا بھی آج کے خطبے میں ذکر کیا جائے اور ان کے نام کوئی پیغام ہو۔ یہ سلسلہ تو اب دراز ہوتا چلا جائے گا اور پھیلتا چلا جائے گا۔ اب تو شاید ہی کوئی خطبہ ایسا ہو جس میں کسی نہ کسی جگہ جماعت احمدیہ کا اجتماع نہ ہو رہا ہو یا مجالس کا اجتماع نہ ہو رہا ہو۔ دراصل ہر خطبہ ساری جماعت ہی کے لئے پیغام ہوتا ہے اور وہی پیغام تمام اجتماعات کا پیغام بننا چاہئے مگر کچھ دوستوں میں یہ تمنا ہوتی ہے کہ ہمارا نام خطبے میں آ جائے، ہماری مجلس کا ذکر آئے تو دراصل پیغام سے زیادہ اس خواہش کا اظہار ہے کہ ہمارا نام بھی خطبے میں چمکے اور ساری دنیا میں پھیلے۔

چونکہ نیک مقصد کے لئے اجتماعات ہیں اس لئے اس خواہش کی رعایت کر دی جائے تو کوئی مضائقہ نہیں۔اس لئے میں آج بھی ان مجالس کا نام آپ کے سامنے رکھتا ہوں ایک مجلس خدام الاحمدیہ ضلع شیخوپورہ کا اجتماع آج ۲۷ /اگست کو منعقد ہو رہا ہے، دوسرا مجلس خدام الاحمدیہ کیرالہ کا جو جنوبی ہندوستان کا ایک بہت اہم صوبہ ہے اس کا سالانہ اجتماع ۲۹ تا ۳۱ /اگست منعقد ہو رہا ہے۔اس میں خدا کے فضل سے ۴۴ مجالس کے خدام شامل ہو رہے ہیں۔صوبہ کیرالہ کو عام طور پر شمال میں بہت کم لوگ جانتے ہیں مگر ہندوستان کی تمام صوبائی جماعتوں میں سب سے زیادہ تعداد کیرالہ میں احمدی ہیں اور کشمیر کو بھی یہ پیچھے چھوڑ گیا ہے۔اس پہلو سے کیرالہ کی جماعتیں خاص دعاؤں کی محتاج ہیں اگر چہ مخالفت بھی بہت شدید ہوتی ہے لیکن اس کے بعد جب تائید کی ہوائیں چلتی ہیں تو خدا کے فضل سے کثرت سے لوگ احمدیت قبول کرنے پر تیار ہوتے ہیں۔چنانچہ مباہلہ کے جتنے پھل کیرالہ میں لگے ہیں ہندوستان کے کسی اور صوبے میں نہیں لگے تو اس پہلو سے یہ صوبہ اور اس کی تمام جماعتیں خصوصیت سے دعا کی مستحق ہیں۔

ضلع سانگھڑ کے خدام اور انصار کا سالانہ اجتماع ۲ /ستمبر کو ہو رہا ہے کیونکہ ۲ /ستمبر کو ان کے لئے کوئی اعلان نہیں ہوسکتا اس لئے انہوں نے ۲۷ /اگست کے خطبے میں ہی پیغام مانگا ہے۔ان کے لئے جو پیغام میں نے چنا ہے اس کا درحقیقت تعلق توحید ہی سے ہے اور حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ایک اقتباس سے تعلق رکھتا ہے۔پس یہ مضمون سے ہٹ کر پیغام نہیں بلکہ جیسا جیسا آپ اس پیغام کو سنیں گے۔آپ پر یہ بات کھلتی چلی جائے گی کہ توحید کا نچوڑ توحید کی روح ہے جو حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام بیان فرمارہے ہیں۔

معلوم ہوتا ہے کہ اس سے پہلے آواز باہر نہیں جارہی تھی کوتاہی ہوگئی ہے۔اس لئے میں مختصراً دوبارہ بتارہا ہوں کہ دنیا کے تین اجتماعات ہیں جن سے متعلق درخواست کی گئی ہے کہ ذکر کیا جائے۔ مجلس خدام الاحمدیہ ضلع شیخوپورہ ،مجلس خدام الاحمدیہ کیرالہ جنوبی ہندوستان اور ضلع سانگھڑ کے خدام و انصار کے اجتماعات ہیں۔ ان کو جو پیغام دینے لگا ہوں یہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ایک تحریر ہے جو الوصیت میں سے اخذ کی گئی ہے اور اس کا گہرا تعلق توحید باری تعالیٰ سے ہے۔حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

”سواے عزیزو! جبکہ قدیم سے سنّت اللہ یہی ہے کہ خدا تعالیٰ دو

قدرتیں دکھلاتا ہے تا مخالفوں کی دو جھوٹی خوشیوں کو پامال کر کے دکھلا وے سو اب ممکن نہیں ہے کہ خدا تعالیٰ اپنی قدیم سنت کو ترک کر دیوے۔ اس لئے تم میری اس بات سے جو میں نے تمہارے پاس بیان کی غمگین مت ہو اور تمہارے دل پریشان نہ ہو جائیں کیونکہ تمہارے لئے دوسری قدرت کا بھی دیکھنا ضروری ہے اور اس کا آنا تمہارے لئے بہتر ہے کیونکہ وہ دائمی ہے جس کا سلسلہ قیامت تک منقطع نہیں ہوگا اور وہ دوسری قدرت نہیں آ سکتی جب تک مَیں نہ جاؤں۔ لیکن مَیں جب جاؤں گا تو پھر خدا اس دوسری قدرت کو تمہارے لئے بھیج دے گا جو ہمیشہ تمہارے ساتھ رہے گی جیسا کہ خدا کا براہین احمدیہ میں وعدہ ہے اور وہ وعدہ میری ذات کی نسبت نہیں ہے بلکہ تمہاری نسبت وعدہ ہے۔ (یعنی وہ جو مسیح موعود علیہ السلام کی جماعت ہے) جیسا کہ خدا فرماتا ہے کہ مَیں اِس جماعت کو جو تیرے پَیرو ہیں قیامت تک دوسروں پر غلبہ دوں گا۔ .... وہ ہمارا خدا وعدوں کا سچا اور وفادار اور صادق خدا ہے وہ سب کچھ تمہیں دکھلائے گا جس کا اس نے وعدہ فرمایا اگرچہ یہ دن دنیا کے آخری دن ہیں اور بہت بلائیں ہیں جن کے نزول کا وقت ہے پر ضرور ہے کہ یہ دنیا قائم رہے جب تک وہ تمام باتیں پوری نہ ہو جائیں جن کی خدا نے خبر دی۔ میں خدا کی طرف سے ایک قدرت کے رنگ میں ظاہر ہوا اور میں خدا کی ایک مجسم قدرت ہوں اور میرے بعد بعض اور وجود ہوں گے جو دوسری قدرت کا مظہر ہوں گے...... خدا تعالیٰ چاہتا ہے کہ ان تمام روحوں کو جو زمین کی متفرق آبادیوں میں آباد ہیں کیا یورپ اور کیا ایشیاء ان سب کو جو نیک فطرت رکھتے ہیں توحید کی طرف کھینچے اور اپنے بندوں کو دین واحد پر جمع کرے یہی خدا تعالیٰ کا مقصد ہے جس کے لئے میں دنیا میں بھیجا گیا سو تم اس مقصد کی پیروی کرو مگر نرمی اور اخلاق اور دعاؤں پر زور دینے سے۔“

(الوصیت۔ روحانی خزائن جلد ۲۰ صفحہ ۳۰۵۔۳۰۷)

اس پیغام میں بہت سے فتنوں کا سدِ باب فرما دیا گیا ہے جو جماعت احمدیہ میں پہلے بھی

اٹھے اور آئندہ بھی اٹھنے کا احتمال رہتا ہے اور اس مضمون کا گہرا تعلق خلافت یعنی آیت استخلاف سے ہے اور حقیقت میں اسی کی یہ تصویر ہے۔ اہلِ پیغام جنہوں نے خلافت سے اپنا تعلق توڑا انہوں نے یہ عذر رکھا تھا کہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے انجمن کے حق میں وصیت کر دی ہے۔ انجمن کو خود قائم فرما دیا اور انتظامی امور اور دوسرے تمام امور میں جماعت کی سربراہ اب ہمیشہ کے لئے صدر انجمن احمدیہ ہوگی یہ وہ فتنہ اٹھنا تھا جس کا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام نے ہمیشہ کے لئے قلع قمع فرما دیا۔ جب اس عبارت کو غور سے دیکھیں گے تو آپ کو معلوم ہوگا کہ اس کے بعد خلافت کے سوا اور کسی انجمن کی کوئی گنجائش باقی نہیں رہتی۔ اگر انجمن مراد ہوتی تو انجمن تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی زندگی میں قائم فرما دی تھی۔ یہ کیوں فرما رہے ہیں کہ اس قدرت ثانیہ کا آنا تقاضا کرتا ہے کہ پہلے میں جاؤں، میرے ہوتے ہوئے وہ قدرت ظاہر نہیں ہوگی۔ پس صاف پتا چلا کہ وہ قدرت ثانیہ انجمن نہیں بلکہ کچھ اور اللہ تعالیٰ کے تائید یافتہ وجود ہیں جو حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی قائمقامی اور غلامی میں کھڑے ہوں گے۔ پس پہلی تفسیر حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ کی ذات میں مجسم ہوئی۔ وہ خلافت اولیٰ تھی جس کے اوپر ساری جماعت کو باندھ کر اکٹھا کر دیا گیا۔ چنانچہ حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ نے ایک موقع پر انجمن کو مخاطب کر کے فرمایا کہ تمہاری اب کیا حیثیت ہے۔ تم میرے سامنے کوئی باتیں نہ کرو۔ خدا نے تمہیں باندھ کر میرے غلامی میں لا ڈالا ہے اور ہمیشہ کے لئے میرا مطیع کر دیا ہے۔ پس یہ وہ قدرت ثانیہ تھی جس کا وعدہ دیا جا رہا تھا جو مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وصال کے بعد آنی تھی اس سے پہلے نہیں۔

ایک یہ بعض دفعہ حیلہ تلاش کیا جاتا رہا ہے کہ قدرت سے مراد تائید الٰہی ہے جو قیامت تک جماعت کے ساتھ رہے گی تو اس کا بھی وہی جواب ہے کیا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام تک تائید الٰہی نے قادیان میں جھانک کے بھی نہیں دیکھا تھا؟ کیا یہ لازم کر دیا تھا اللہ تعالیٰ نے کہ جب تک مسیح موعودؑ دنیا سے رخصت نہ ہو تب تک تائید الٰہی نہیں آئے گی؟ پس یہ ایسا جاہلانہ خیال ہے کہ اس سے بڑھ کر جاہلانہ خیال اور کافرانہ خیال ممکن نہیں کہ جس کو خدا امام مقرر فرمادے انتظار کرے کہ وہ مر جائے تو پھر تائید الٰہی ظاہر ہو جو قیامت تک رہے۔ پس یہاں ایک نظام مراد ہے جس نظام کے مظہر مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ میری طرح بعض وجود ہوں گے اور یہی وہ نظامِ خلافت ہے

جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بعد جاری ہوا اور قیامت تک اس کے جاری رہنے کا وعدہ دیا گیا۔

پھر ایک اور فتنہ یہ بھی اٹھایا جاتا رہا ہے اور حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ کی زندگی میں خصوصیت سے بڑے منظّم طریق پر ایک پراپیگنڈہ کے ذریعے جماعت میں یہ خیالات پھیلائے گئے کہ خلافت ٹھیک ہے لیکن وہ جو مجدّدیت کا وعدہ ہے وہ دائمی ہے اور اب وقت قریب آرہا ہے صدی ختم ہونے کو آرہی ہے۔ اس لئے اب مجدّد کا انتظار کرو اور مجدد کو تلاش کرو، جماعت میں کہیں کوئی مجدد پیدا ہو چکا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ یہ قدرت قیامت تک ہے اور خدا نے مجھ سے وعدہ فرمایا ہے کہ قیامت تک یہ قدرت منقطع نہیں ہوگی۔ پس خلافت اگر قیامت تک قائم ہے تو اس کے ہوتے ہوئے مجددیت کا سوال کیا باقی رہ جاتا ہے اور یہ فتنہ پرداز اس بات کو بھول گئے کہ حضرت اقدس محمد رسول اللہ ﷺ نے جہاں مجددیت کی پیش گوئی فرمائی وہاں قیامت تک کا کوئی ذکر نہیں فرمایا لیکن جہاں مسیح موعود کی پیشگوئی فرمائی وہاں یہ وعدہ فرمایا ثم تکون خلافۃ علی منھاج النبوۃ (مسند احمد حدیث: ۱۷۶۸۰) جو وعدے ہیں دراصل مسیح موعود کے آنے تک کے لئے ہیں جب مسیح موعود آجائیں گے تو پھر فرمایا ثم تکون خلافۃ علی منھاج النبوۃ پھر خلافت قائم ہوگی اور منھاج النبوۃ پر قائم ہوگی۔ یہ وہ خلافت ہے جس کا آیتِ استخلاف میں ذکر ہے، یہ وہ خلافت ہے جو مومنین سے وعدہ کیا گیا ہے اور یہی مضمون ہے جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام یہاں واضح فرما رہے ہیں۔

جیسا کہ آیتِ استخلاف میں تھا وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ (النور: ۵۶) کیسی باریک عارفانہ نظر سے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام قرآن کی آیات پر نظر رکھتے ہیں اور ان کی تفسیر کرتے ہیں خواہ حوالہ دیں یا نہ دیں وہ مضمون آپ کی سرشت میں ایسا سرایت فرما چکا ہے کہ جب بھی بات کرتے ہیں قرآن کی بات کرتے ہیں تو دیکھیں فرمایا یہ وعدہ میری نسبت نہیں بلکہ تمہاری نسبت ہے۔ یہ جماعت احمدیہ سے وعدہ کیا گیا ہے۔ چنانچہ آیتِ استخلاف میں بھی وہ مخاطب آنحضور ﷺ تھے لیکن وعدہ آپ ؐ کے غلاموں سے کیا گیا ہے۔ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ۔

پس اس فتنے کا بھی ہمیشہ کے لئے ردّ فرما دیا گیا اگر کوئی تجدید کی ضرورت پڑتی ہے تو ہمیشہ انقطاع کے بعد پڑا کرتی ہے اور دراصل تجدید کے وعدے میں خلافت راشدہ کے انقطاع کی دردناک خبر بھی دے دی گئی تھی۔ اگر خلافت راشدہ جاری رہتی تو کسی اور مجدد کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا ورنہ ہر صدی کے سر پر خلافت کے ساتھ ایک اور رقیب اٹھ کھڑا ہوتا اور صدی در صدی امت الٰہی منشاء کے مطابق منقطع ہو جاتی اور کاٹی جاتی رہی اور متفرق ہو کر بکھر جاتی۔ پس کیسی جاہلانہ سکیم ہے، کیسا جاہلانہ تصور ہے جو یہ لوگ اللہ کی طرف منسوب کرتے رہے اور طرح طرح کی دل آزاریوں سے حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کے دل کو چرکے لگاتے رہے۔ آپؒ نے بارہا جماعت کو کھلے بندوں سمجھانے کی کوشش کی لیکن یہ فتنہ اسی طرح مقابل پر سر اونچا کئے رہا۔ یہاں تک کہ خدا نے اس فتنے کا سر توڑ دیا اور خدا نے ثابت کر دیا کہ خلیفۃ المسیح الثالث کی تعبیر درست تھی جو تفسیر آپ نے فرمائی تھی وہی تفسیر سچی تھی اور پھر خدا کی تائیدی گواہی اور عملی گواہی نے ہمیشہ کے لئے اس فتنے کا سر کچل دیا ہے۔ ان لوگوں کے لئے جن میں ایمان اور شرافت اور تقویٰ ہو۔ جن کے دل ٹیڑھے ہیں ان کے لئے تو کوئی وعدہ نہیں ہے۔ ان کو تو قرآن بھی ہدایت دے نہیں سکتا کیونکہ جو دل تقویٰ سے عاری ہو اس کے لئے کوئی ہدایت نہیں ہے مگر میں جماعت احمدیہ کو مخاطب ہوں جن کے بھاری اکثریت کے متعلق میں جانتا ہوں اور گواہی دیتا ہوں کہ وہ تقویٰ پر قائم ہیں۔ اس لئے کہ خدا کا سلوک ان سے وہ ہے جو متقیوں سے کیا جاتا ہے، اس لئے کہ خدا کی وہ تائیدات ان کو نصیب ہیں جو متقیوں کو نصیب ہوا کرتی ہیں۔

پس دلوں پر تو میری کوئی نظر نہیں ہے مگر خدا تعالیٰ کی فعلی شہادتیں بتا رہی ہیں کہ وہ متقیوں کی جماعت ہے جس کے ساتھ وہ مسلسل اس قدر کثرت کے ساتھ احسان اور رحمت اور فضلوں کا سلوک فرماتا چلا جا رہا ہے۔ پس وہ متقی جو میرے مخاطب ہیں وہ اس بات کو خوب سمجھ لیں گے کہ درحقیقت حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد جس قدرت ثانیہ کو خدا تعالیٰ نے قائم فرمایا وہ قیامت تک کے لئے ہے اور قیامت تک کے لئے غیر منقطع ہے۔ پس وہ قدرت غیر منقطع ہے تو اس کے ہوتے ہوئے کیا ضرورت ہے کہ کسی اور شخص کو بطور مجدد کھڑا کیا جائے اور اگر کوئی یہ کہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی زمانے کی حد نہیں لگائی اس لئے قیامت تک کے لئے اس حدیث کا اثر

جاری ہے۔تو ایسے سوچنے والوں کو غور کرنا چاہئے کہ قیامت تک کے لئے اس وقت کے خلیفہ کو کیوں خدا مجدد نہیں بنا سکتا جو صدی کے سر پر کھڑا ہو اور اس صدی کے غیر معمولی تقاضوں کو پورا کرنے کے لئے کسی تجدید کی ضرورت سمجھے۔

پس اس حدیث نبویؐ کا آیتِ استخلاف سے کوئی ٹکراؤ نہیں بلکہ دراصل آیتِ استخلاف کے مضمون کو اس طرح بیان فرمایا گیا ہے جس طرح پانی کے بعد تیمّم کا ذکر کیا جاتا ہے۔اگر خلافت قائم نہ رہے تو خدا اس امت کو چھوڑے گا نہیں اور مسلسل نہیں تو کم سے کم ہر صدی کے سر پر ضرور کوئی ایسا ہدایت یافتہ وجود بھیج دے گا جو اس وقت تک جمع ہوئی ہوئی گمراہیوں کا ازالہ فرمائے گا یا ایک سے زائد ایسے وجود بھیج دے گا جو مختلف جگہوں پر تجدید دین کا کام کریں گے۔ جب خلیفہ موجود ہو تو پھر خلافت سے الگ کسی تجدید کی ضرورت نہیں ہے اور وہ خلافت جس کا مسیح موعود کے ساتھ وعدہ کیا ہے اتنی نمایاں طور پر الٰہی تائید یافتہ خلافت ہے کہ اس کے ہوتے ہوئے اگر آپ تجدید کا تصور کریں تو یہ ماننا لازم ہوگا کہ یہ خلافت ہلاک ہو چکی ہے اس میں کوئی تقویٰ کی روح باقی نہیں رہی۔ایسی صورت میں پھر الگ مجدد اگر کھڑا کیا جاتا ہے تو پھر یہ اللہ کا کام ہے اور اللہ کے کام جب ظاہر ہوتے ہیں تو خود اپنا ثبوت اپنی ذات میں رکھتے ہیں کسی بحث کے محتاج نہیں ہیں مگر خدا کے کام خدا کے وعدوں کے خلاف نہیں ہوا کرتے۔حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

> ''وہ ہمارا خدا وعدوں کا سچا اور وفادار اور صادق خدا ہے وہ سب کچھ تمہیں دکھائے گا جس کا اس نے وعدہ فرمایا اگرچہ یہ دن دنیا کے آخری دن ہیں اور بہت بلائیں ہیں جن کے نزول کا وقت ہے پر ضرور ہے کہ یہ دنیا قائم رہے جب تک وہ تمام باتیں پوری نہ ہو جائیں جن کی خدا نے خبر دی۔ میں خدا کی طرف سے ایک قدرت کے رنگ میں ظاہر ہوا اور میں خدا کی ایک مجسم قدرت ہوں اور میرے بعد بعض اور وجود ہوں گے جو دوسری قدرت کا مظہر ہوں گے ''۔

پھر فرمایا:

> ''تمہاری نسبت وعدہ ہے جیسا کہ خدا فرماتا ہے کہ مَیں اِس جماعت

کو جو تیرے پیرو ہیں قیامت تک دوسروں پر غلبہ دوں گا۔۔‘‘

پھر فرمایا:۔

’’۔۔اس کا آنا تمہارے لئے بہتر ہے کیونکہ وہ دائمی ہے جس کا سلسلہ قیامت تک منقطع نہیں ہوگا۔۔۔‘‘

پس اگر خدا سچا ہے اور لازماً خدا سے بڑھ کر کوئی سچا نہیں ہے اگر مسیح موعود علیہ السلام سچے ہیں لازماً اس زمانے کے امام کے طور پر، اس زمانے میں آپ سے بڑھ کر اور کوئی سچا انسان نہیں ہے تو وہ لازماً وہ جھوٹے ہیں جو یہ سمجھتے ہیں خلافت احمدیہ کا سلسلہ منقطع ہو جائے گا اور خلافت سے باہر کسی تجدید کی محتاج ہوگی۔

پھر خدا تعالیٰ کی فعلی شہادت آپ کے سامنے ہے۔ دیکھیں صدی گزر گئی جس صدی کے سر پر یہ پروپیگنڈے کئے جا رہے تھے لیکن کوئی مجدد ظاہر نہیں ہوا۔ دوسری صدی شروع ہوگئی اس کے تیرہ سال گزر چکے ہیں اور چودھویں میں داخل ہو رہے ہیں لیکن خلافت احمدیہ سے باہر کوئی مجدد ظاہر نہیں ہوا۔ پس خدا کی اس گواہی نے ہمیشہ کے لئے ان لوگوں کے پروپیگنڈے کو جھٹلا دیا ہے جو کہا کرتے تھے کہ اب خلافت کے آخری سانس ہیں تجدید کے دن آ رہے ہیں۔ کسی مجدد کی تلاش کرو۔ میں تمہیں سچ سچ کہتا ہوں کہ ایسے لوگ سوسو سال کی عمر بھی پائیں اور مر جائیں تو نامرادی کی حالت میں مریں گے کسی اور مجدد کا منہ نہیں دیکھیں گے۔ ان کی اولادیں بھی لمبی عمریں پائیں اور مرتی چلی جائیں اور ان کی اولادیں بھی لمبی عمریں پائیں اور مرتی چلی جائیں۔ خدا کی قسم! خلافت احمدیہ کے سوا کہیں اور مجدد کا منہ نہ دیکھیں گے یہی وہ تجدید دین کا ذریعہ بنا دیا گیا ہے جو ہر صدی کے سر پر ہمیشہ جماعت کی ضرورتوں کو پورا کرتا چلا جائے گا لیکن یاد رکھو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے کہ تمہارے ساتھ رہنے کے لئے یہ دوسری قدرت دکھلائی جائے گی۔ میں الفاظ پڑھ کر سناتا ہوں۔

’’دوسری قدرت کو تمہارے لئے بھیج دے گا جو ہمیشہ تمہارے ساتھ رہے گی۔‘‘

’’ساتھ‘‘ ان کے ساتھ رہے گی جو اس کے ساتھ رہیں گے۔ ان کے ساتھ نہیں رہے گی جو ان کے ساتھ نہیں رہیں گے۔ پس قیامت تک کے لئے خلافت سے اپنا دامن اس مضبوطی سے باندھ لیں کہ جیسے عروۂ وثقی پر ہاتھ پڑ گیا ہو جس کا ٹوٹنا مقدر نہیں ہے ہو نہیں سکتا۔ پس آپ اگر خلافت کے

ساتھ رہیں گے تو لازماً خلافت آپ کے ساتھ رہے گی اور یہی دونوں کا ساتھ ہے جو توحید پر منتج ہوگا۔ اسی کے نتیجے میں تمام دنیا کی قوموں کو امت واحدہ بنایا جائے گا اور ایک خدا، ایک رسولؐ اور ایک دین اور اسی کے تابع تمام وہ خدمت کرنے والے ہوں گے جو اسی سلسلے میں منسلک ہوں گے۔ جس کا آغاز حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے ذریعے ہوا۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جیسا کہ آیت استخلاف میں بالآخر توحید کے مضمون پر بات ختم کی تھی۔ اس قدرت ثانیہ کے مضمون کو بھی توحید پر ختم فرمایا۔ فرمایا۔

> ''خدا تعالیٰ چاہتا ہے کہ ان تمام روحوں کو جو زمین کی متفرق آبادیوں میں آباد ہیں کیا یورپ اور کیا ایشیا ان سب کو جو نیک فطرت رکھتے ہیں۔ توحید کی طرف کھینچے۔'' (الوصیت ۔ روحانی خزائن جلد ۲۰ صفحہ ۳۰۶ ۔ ۳۰۷)

وہ جو پہلے قدرت ثانیہ کا بیان ہے اس کو اس طرح توحید کے مضمون سے جوڑ دیا اور توحید پر اس مضمون کو ختم فرما دیا۔ توحید کی طرف کھینچے اور اپنے بندوں کو دین واحد پر جمع کرے یہی خدا تعالیٰ کا مقصد ہے جس کے لئے میں دنیا میں بھیجا گیا سو تم اس مقصد کی پیروی کرو مگر نرمی اور اخلاق اور دعاؤں پر زور دینے کے ساتھ۔ پس یہی میرا پیغام ہے ان تمام مجالس کو بھی جو آج اجتماع میں اس وقت دینی مقاصد کے لئے جمع ہو رہی ہیں اور ان ساری دنیا کی جماعتوں کو بھی جو قیامت تک ہمیشہ دینی مقاصد کے لئے جمع ہوتی رہیں گی۔

وہ آیات کریمہ جن کی میں نے تلاوت کی تھی۔ ان میں سے ایک آیت وہ ہے جو گزشتہ خطبے میں بھی میں نے تلاوت کر دی تھی اور اس کا ایک حصہ کچھ بیان کرنا باقی تھا۔ وہ یہ ہے کہ اس آیتِ کریمہ میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے خدا تعالیٰ یعنی اللہ گواہی دیتا ہے کہ اس کے سوا اور کوئی معبود نہیں اور یہ گواہی کامل طور پر انصاف پر قائم ہوتے ہوئے دیتا ہے اور اس کی ذیل میں ملائکہ بھی اور اہل علم بھی اسی طرح یہ گواہی دیتے ہیں۔ آخر پر نتیجہ یہ نکالا گیا کہ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ کوئی معبود نہیں ہے خدا کے سوا، وہ عزیز بھی ہے اور حکیم بھی ہے۔ دراصل یہ تین چشمے ہیں جو توحید سے پھوٹ رہے ہیں جن کا یہاں بیان ہے۔ پہلا چشمہ عدل ہے۔ چشمہ عدل توحید سے پھوٹتا ہے اگر خدا کے سوا کائنات میں کوئی اور معبود ہوتا تو پھر توحید کے نہ ہونے کی وجہ سے عدل کا قیام بھی ممکن نہیں

کیونکہ جب رقیب پیدا ہو جائیں تو پھر عدل نہیں رہا کرتا۔ پھر کھینچا تانی ہوتی ہے، پھر اپنوں کو دوسروں پر غالب کرنے کے لئے انصاف ہو یا نہ ہو ہر کوشش کی جاتی ہے اور خاص طور پر اگر دونوں رقیب طاقتور ہوں کہ ایسی صورت میں عدل کے برعکس فساد ضرور برپا ہوتا ہے تو قرآن کریم نے اسی مضمون کو دوسری جگہ فرمایا۔ لَفَسَدَتَا (الانبیاء:۲۳) اور اگر خدا کے سوا کوئی اور الٰہ ہوتا تو زمین و آسمان میں فساد پھیل جاتے۔

تو عدل کا فقدان لازماً فساد برپا کرتا۔ توحید خالص کے نتیجے میں لازم ہے کہ عدل پیدا ہو کیونکہ جس خدا کے سب ہیں وہ لازماً ان کو ایک نظر سے دیکھے گا۔ جس کی تمام کی تمام کائنات اسی کی ہے اس کو ضرورت کوئی نہیں ہے کہ ایک کو دوسرے سے فرق کر کے دکھاوے ورنہ اپنی ذات میں تفریق پیدا کرنے والا ہوگا۔ پس پاگل ہی ہے جو اپنی ذات کو پھاڑ دیا کرتا ہے۔ پاگل ہی ہوتا ہے جس کے اندر سے دو وجود ہوتے ہیں۔ ایک پہلو سے ایک پاگل ایک وجود اختیار کر لیتا ہے دوسرے پہلو سے دوسرا وجود اختیار کر لیتا ہے۔ مگر وہ جو حکیم ذات ہو وہ اپنے اندر تفریق پیدا نہیں کیا کرتی لیکن اس سے پہلے عزیز کا ذکر فرمایا۔ دراصل صفت عزیز بھی توحید سے اور عدل سے بہت گہرا تعلق رکھتی ہے۔ عزیز کا جو ترجمہ آپ کو قرآن کریم میں ملے گا یعنی عام طور پر ہر جگہ لکھا ہوا۔ یہی دکھائی دے گا کہ غالب لیکن عزیز محض غالب نہیں ہے اس سے پہلے ایک موقع پر میں نے درس قرآن کے وقت یہ ثابت کر کے دکھایا تھا کہ لفظِ عزیز میں عزت اور احترام کا مضمون داخل ہے محض غلبے کا مضمون نہیں۔ پس غالب دو قسم کے ہوا کرتے ہیں۔ ایسے غالب جن کا زور تو چلتا ہے مگر لوگ ان سے نفرت کرتے ہیں، ان کو بددعائیں دیتے ہیں، ان کا بدانجام دیکھنے کی تمنا کرتے ہیں۔ جب تک وہ غالب رہیں ان کے سامنے گردنیں جھکی رہتی ہیں مگر دل نہیں جھکتے اور دماغ ان سے مطمئن نہیں ہوا کرتے لیکن بعض ایسے غالب ہوتے ہیں جن کو قومیں دعائیں دیا کرتی ہیں۔ ان کی رعایا ان کے لئے دن رات دعائیں کرتی ہے، ان کی محبت میں مبتلا ہو جاتی ہے، ان کو سچی گہری عزت کی نظر سے دیکھتی ہے ایسی عزت جو ان کے مرنے کے بعد بھی جاری رہتی ہے۔

پس وہ غلبہ جس کے ساتھ انصاف ہو وہی عزیز کا غلبہ ہوا کرتا ہے وہ غلبہ جو انصاف سے عاری ہو وہ کبھی عزیز کا غلبہ نہیں بن سکتا۔ پس فرمایا کہ وہ عزیز ہے یعنی ایسا صاحبِ عزت ہے جس کو ایسا

غلبہ نصیب ہے جس کے نتیجے میں لازماً وہ معزز وجود ہے اور پھر حکیم ہے اور جیسا کہ میں بیان کر چکا ہوں حکمت کا تقاضا یہ ہے کہ اگر میری ہی سب چیزیں ہیں تو میں ایک کا دوسرے سے فرق کر کے نہ دکھاؤں۔ یہی وہ مضمون ہے جس کو قرآن کریم انبیاءؑ کی صورت میں بھی جاری کر کے دکھاتا ہے۔ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ (البقرہ: ۲۸۶) یہ آواز تو مومنوں کی ہے مگر مومنوں کے منہ سے یہ دعا نکالی گئی ہے اس میں یہ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ ہے مگر خدا تعالیٰ ہے۔ چونکہ خدا تفریق نہیں کرتا اس لئے ہم بھی تفریق نہیں کریں گے اور دوسری جگہ اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف منسوب کر کے بھی یہی مضمون بیان فرمایا کہ خدا تعالیٰ انبیاءؑ کے درمیان کوئی تفریق نہیں کرتا۔ یہ تفریق ان معنوں میں نہیں ہے کہ بعض کو زیادہ پیار نہیں کرتا بلکہ تفریق ان معنوں میں ہے کہ جہاں تک عدل کا تقاضا ہے تمام انبیاءؑ برابر کا مرتبہ رکھتے ہیں اور عدل کے تقاضوں کے لحاظ سے ان سے بعینہ وہی سلوک کیا جائے گا جو اس سے پہلے یا کسی اور جگہ دوسرے انبیاءؑ سے کیا جاتا ہے۔

پس جب قیامِ عدل توحید سے قائم ہو جائے تو اگلا سوال یہ اٹھتا ہے کہ کیا عدل پر ہی بنا ہوگی یا عدل کے قیام کے بعد کوئی اگلی منزل بھی ہے۔ تو وہ آیت جو میں نے سورۃ البقرہ سے پڑھ کر سنائی ہے۔ اس میں اللہ تعالیٰ اس مضمون کو یوں بیان فرماتا ہے۔ وَاِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ دیکھو تمہارا خدا ایک ہی خدا ہے اور کوئی معبود نہیں۔ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ پہلے فرمایا تھا لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ اب فرمایا لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ اس کے سوا اور کوئی معبود نہیں اور وہ رحمان اور رحیم ہے یعنی یہاں عدل سے بالا مضمون شروع ہو گیا ہے۔ محض تم سے عدل نہیں کرے گا بلکہ تمہارے ساتھ غیر معمولی رحمت کا سلوک فرمائے گا اور یہ مضمون بھی دراصل توحید کے ساتھ ایک گہرا تعلق رکھنے والا مضمون ہے۔ ایک وجود جس نے کسی ایک وجود کو اپنا بنا لیا ہو جس کا سہارا کسی ایک وجود کے سوا کوئی نہ رہا ہو ایسے وجود پر جس وجود کو سہارا بنایا جاتا ہے وہ ضرور رحم کرتا ہے۔ وہ شخص جو سب دنیا سے تعلق کاٹ کر آپ کی چوکھٹ پہ آپڑتا ہے۔ ایک طبعی بات ہے کہ اس کے لئے دل میں رحم جوش مارے۔

پس خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہمارے سوا اور تمہارا ہے کوئی نہیں، تو اگر ہم تم سے پیار اور رحمت کا سلوک نہیں کریں گے تو اور کون کرے گا کیونکہ ہمارے سوا تمہاری اور کوئی چوکھٹ باقی نہیں رہی۔

اس لئے عدل بھی ہم سے ہی ملے گا اور رحم بھی ہم سے ملے گا اور تمہیں خوشخبری ہو کہ مجھ سے بڑھ کر اور کوئی رحم کرنے والا نہیں۔ پس غیروں کی چوکھٹ سے دامن چھڑا کر ایک بدخبر نہیں دی گئی کہ سارے سہارے کاٹ دیئے گئے بلکہ خوشخبری دی گئی کہ ان سب کے سہارے کاٹ دیئے گئے ہیں جو غیر عادل ہیں۔ تمہیں عادل کے دامن سے وابستہ فرما دیا گیا ہے اور وہ مبارک ہو وہ عادل صرف عادل نہیں بلکہ سب سے بڑھ کر رحم کرنے والا ہے۔ پس دیکھیں توحید کا مضمون کس شان کے ساتھ ترقی کرتا ہوا ہمارے فہم کے لحاظ سے، ہمارے ادراک کے اعتبار سے، یہ مضمون یوں لگتا ہے کہ جیسے ترقی کرتا ہوا اپنی آخری انتہا کو جا پہنچا ہے، پھر فرمایا الرَّحۡمٰنُ الرَّحِیۡمُ ایسا رحمان نہیں ہے تمہارا خدا جو ایک دفعہ رحم کر کے سب کچھ دے کر تمہیں بھلا دے۔ الرَّحِیۡمُ ہے۔ لازماً دائماً تم سے تعلق رکھے گا۔ پھر تمہیں کبھی نہیں چھوڑے گا۔ تو اس کے بعد کسی اور خدا کی ضرورت ہی کیا باقی رہ جاتی ہے۔ جب ہر دوسرا معبود جس کو تم معبود بناؤ حالانکہ معبودیت کا حق نہیں رکھتا۔ درحقیقت عادل نہیں ہوسکتا اور یہ حقیقت ہے تمام جھوٹے معبود جو بنائے جاتے ہیں۔ اگر وہ واقعی وجود ہوں جن کو فرضی خدا بنا دیا گیا ہو تو غیر عادل ہوا کرتے ہیں۔ اگر اپنے خاص مریدوں سے انصاف کرتے ہیں تو دوسروں کے انصاف کو قربان کر کے کرتے ہیں۔ اس لئے نہ ان کا عدل، عدل ہے، نہ ان کا رحم، رحم ہے۔ اب رحمان وہ ہے جو سب کا برابر ہے اور یہ مضمون بھی توحید ہی کی وجہ سے عطا ہوا ہے کیونکہ رحمان فرما کر یہ بتایا جا رہا ہے کہ وہ خدا رحمان ہے جس کے نزدیک سب برابر ہیں۔ اس لئے ایک کا حصہ چھین کر دوسروں کو عطا نہیں کرے گا اور یہ عدل کے تقاضے کے ویسے ہی خلاف ہے۔ پس کامل عدل والا خدا رحمانیت کے آخری مقام پر فائز ہے جس سے بڑھ کر رحمانیت کا مقام متصور نہیں ہوسکتا اور زمانی لحاظ سے وہ دائمی رحمت کرنے والا وجود ہے تمہیں کبھی چھوڑ کر نہیں جائے گا۔

پس یہ توحید کے فوائد ہیں جن کا ان آیات کریمہ میں ذکر فرمایا گیا ہے اور حضرت اقدس محمد رسول اللہ ﷺ نے جس طرح اس توحید کو سمجھا اور نافذ فرمایا اس سے پتا چلتا ہے کہ تمام صحابہؓ صاحبِ عرفان ہو چکے تھے ورنہ اتنے گہرے توحید کے عرفان کے بغیر وہ قربانیاں پیش نہیں کر سکتے تھے جو توحید کا رستہ ان سے تقاضے کرتا تھا۔ توحید کا مطلب ہے ہم نے سب دنیا کو چھوڑ کر خدایا تیرا دامن پکڑ لیا ہے اور کامل یقین کے ساتھ تجھے پکڑا ہوا ہے۔ جانتے ہوئے کہ تیرے سوا کوئی عدل نہیں ہے، تیرے

سوا کوئی رحم نہیں ہے۔

ایسی صورت میں بعض دفعہ خدا آزمائش میں ڈالتا ہے اور پہچانتا ہے یعنی ویسے تو خدا علم رکھتا ہے مگر انہیں دنیا کے لئے گواہ بنا دیتا ہے کہ یہ لوگ سچے تھے۔ اللہ تعالیٰ کو علم تھا اور ہے کہ بلالؓ سچا تھا، اللہ تعالیٰ کو علم تھا اور ہے کہ عثمانؓ سچے تھے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ کو حضرت اقدس محمد رسول اللہ ﷺ کے تمام عشاق کے متعلق علم تھا، ہے اور رہے گا لیکن اگر وہ قربانیوں کی چکّی میں پیسے نہ جاتے، اگر وہ شدید ابتلاؤں میں آزمائے نہ جاتے تو دنیا کو تو علم نہیں ہوسکتا تھا، وہ تو عالم الغیب نہیں ہے۔

پس محمد رسولؐ اللہ کی صداقت کی گواہی دینے کے لئے اور آپؐ کا سب سے مل کر خدا کی توحید کی گواہی دینے کے لئے وہ ابتدائی دور قربانیوں کا انتہائی دردناک دور تھا۔ توحید کے لئے کبھی کسی قوم نے ایسی دردناک قربانیاں نہیں دیں جیسے حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ اور آپؐ کے غلاموں نے دیں اور شَهِدَ کا یہ معنی ہے جس کو آپ کو ہمیشہ پیش نظر رکھنا چاہئے۔ شَهِدَ اللّٰهُ اللہ گواہی دیتا ہے اور ساتھ وہ لوگ بھی گواہی دیتے ہیں۔ اللہ تو تکلیفوں اور ابتلاؤں سے منزہ ہے مگر یہ لوگ کیسی گواہی دیتے ہیں۔ وہ گواہی جو حرص کے لئے دی جائے اس کی تو کوئی قدر و قیمت نہیں ہوا کرتی، اس کی تو کوئی حقیقت نہیں۔ وہ گواہی جو اپنے نفس کی خاطر دی جائے اس کی بھی کوئی حقیقت نہیں، وہ گواہی جو اپنے نفس کے خلاف دی جائے، اپنے ظاہری مفادات کے خلاف دی جائے، وہ گواہی جس کے نتیجے میں شدید ابتلاؤں کا سامنا کرنا پڑے اور انتہائی دردناک مظالم کی چکّی میں پیسا جائے، وہ گواہی ہے جو سچی گواہی ہے اور یہ وہ گواہی تھی جو حضرت اقدس رسول اکرم ﷺ کے ساتھ آپؐ کے تمام صحابہؓ نے دی ہے اور یاد رکھیں کہ اسلام کا آغاز حقیقت میں توحید ہی کا آغاز تھا۔ یہ قربانیوں کا دور وہ ہے جہاں توحید اور اسلام ایک ہی چیز کے دو نام تھے اور تمام تر تکلیفیں جو حضرت اقدس محمد رسول اللہ ﷺ اور آپؐ کے غلاموں کو دی گئیں وہ خالصۃً توحید کی وجہ سے دی گئی ہیں۔ کسی اور چیز کا جھگڑا ہی نہیں تھا جھگڑا ہی توحید کا تھا۔ اگر محمد رسول اللہ ﷺ اور آپؐ کے غلام یہ اعلان کر دیتے خدا واحد نہیں ہے۔ تو جو چاہے مذہب بناتے، جس مذہب کی چاہے پیروی کرتے، جس طرح چاہے زندگی کو ڈھالتے۔ کفار کو اس سے کوئی غرض نہیں تھی، کھلی چھٹی ہے جو چاہو کرو مگر خدائے واحد کا نام نہ لو۔ ہمارے بتوں کا بھی ذکر کرو پھر تمہیں اجازت ہے جو چاہو کرتے پھرو۔ پس سارا جھگڑا ہی توحید کا تھا۔

اس موقع پر جن صحابہؓ کے نام میں نے مثال کے طور پر آپ کے سامنے رکھے ہیں ان میں ایک نام حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہے جو بنوامیہ میں سے تھے۔ آنحضرت ﷺ کے دعویٰ کے وقت پختہ عمر کے تھے اور خوش حال تھے اور بہت معزز تھے۔ ایسے تھے جن کا بہت احسان لوگوں پر تھا۔ لیکن آپؓ پر بھی ظلم توڑے گئے اور عرب دستور کے مطابق یہ ظلم ایک ایسے شخص نے آپ پر روا رکھے جس کو باقی قوم پوچھ نہیں سکتی تھی۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے متعلق آتا ہے باقی جو عرب اہل مکہ تھے ان میں سے چونکہ اکثر پر آپ کے احسانات بہت تھے اور پھر یہ بھی ایک رواج تھا عربوں میں کہ کوئی طاقتور قبیلے کا فرد ہو تو اس قبیلے سے باہر کے آدمی اس کو گزند نہیں پہنچا سکتے کیونکہ عربوں میں عصبیت بہت تھی۔ خواہ مذہبی اختلاف پر بھی ان کو زدوکوب کیا جاتا ان کی عصبیت بعض دفعہ کھڑی ہوتی تھی۔ کہتے تھے کہ تم نے ہمارے آدمی کو مارا ہم تمہارے آدمی کو ماریں گے۔ پس حضرت عثمانؓ پر جو مظالم توڑے ہیں آپ کے چچا حکم ابن العاص نے توڑے ہیں، آپؓ کو رسیوں سے باندھ کر پیٹا جاتا تھا اور مسلسل لمبے عرصے تک یہ ظلم آپ پر برپا کئے جاتے رہے لیکن آپ نے کبھی اف نہیں کی۔ اسی طرح رسیوں میں بندھے ہوئے مار کھاتے رہے۔ (طبقات ابن سعد جلد ۳ صفحہ ۵۵)

پھر زبیر بن العوامؓ تھے جو قبیلہ اسد سے تعلق رکھتے تھے۔ جواں مرد اور خوبرو نوجوان تھے۔ ان کو بھی ان کا ظالم چچا ہی سزائیں دیا کرتا تھا۔ ان کو چٹائی میں لپیٹ کر آگ کا دھواں چٹائی میں دیتا تھا۔ اس سے دم گھٹتا اور نہایت ہی خوفناک اذیت ہوتی تھی لیکن خاموشی سے صبر کے ساتھ اس کو برداشت کرتے رہے اور ایک دفعہ بھی آپ نے کوئی کلمۂ کفر منہ سے نہ نکالا۔ ان دو چچوں کی مثال میں نے پہلے اس لئے دی ہے کہ حضرت اقدس محمد رسول اللہ ﷺ کے بھی ایک چچا تھے ان پر بھی قوم نے دباؤ ڈالا تھا لیکن آخر وقت تک انہوں نے آنحضرت ﷺ کی حمایت سے اپنا ہاتھ نہیں کھینچا۔ جب کھینچنے کے لئے آمادہ ہوئے تھے تو حضرت اقدس محمد رسول اللہ ﷺ کے جواب کی شوکت سے ایسا متأثر ہوئے کہ انہوں نے کہا اے میرے بھتیجے! جو چاہے کرتا پھر، میں ہمیشہ تیرے ساتھ رہوں گا۔ پس اس وجہ سے میں امید رکھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ حضرت ابوطالب سے رحم کا سلوک فرمائے گا اور ان کو بھی اپنی رحمتوں سے خالی نہیں رکھے گا۔ دوسرے بھی تو چچا تھے جیسا کہ میں نے بیان کیا ہے۔ دیکھیں! کیسے ظالم لوگ تھے اور کس طرح توحید سے دامن چھڑانے کے لئے کیسی کیسی تکلیفیں ایجاد کرتے اور

ان میں لطف محسوس کیا کرتے تھے۔ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کے متعلق آتا ہے کہ جب وہ چچا دھوئیں دے دے کر سمجھتا تھا کہ اب اس کا دم گھٹنے والا ہے باز آ چکا ہوگا تو جھانک کر دیکھتا تھا۔ پوچھتا تھا کہ کیا حال ہے؟ وہ کہا کرتے تھے صداقت کو پہچان کر پھر اس سے انکار نہیں ہوسکتا۔ اس کے سوا اور کوئی جواب نہیں تھا۔ (مجمع الزوائد جلد ۹ صفحہ ۱۵۱)

سعید بن زیدؓ جو حضرت عمرؓ کے بہنوئی تھے بنو عدی سے تھے اور اپنے حلقے میں معزز تھے۔ وہاں بھی عرب دستور کے مطابق غیر کو جرأت نہیں تھی کہ ان کو تکلیف پہنچاتا لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ خود اپنے بہنوئی کو بعض دفعہ اس طرح مارا کرتے تھے کہ لٹا کر چھاتی پر سوار ہو جاتے تھے اور کبھی بہن نے چھڑانے کی کوشش کی تو وہ زخمی بھی ہوگئیں لیکن مسلسل اس اذیّت کے باوجود انہوں نے ایک دفعہ بھی کلمۂ کفر نہ منہ سے نکالا اور توحید ہی کا ہمیشہ اقرار کرتے رہے۔

(بخاری کتاب المناقب باب اسلام سعیدؓ بن زید)

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ، ان کے نام سے کون واقف نہیں ہوگا۔ آپ قبیلہ ہذیل میں سے تھے۔ انہیں قریش نے ایک دفعہ صحن کعبہ میں اتنا مارا کہ وہ ہلکان ہوکر اس طرح گر پڑے گویا مردہ ہو چکے ہوں (اسد الغابہ تذکرۃ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ) لیکن اللہ تعالیٰ نے چونکہ آپ سے بہت کام لینے تھے اس لئے انہیں لمبی زندگی عطا فرمائی اور ساری امت پر ہمیشہ کے لئے روایات اور تفسیر کے سلسلے میں ان کے ذریعے بہت بڑا احسان فرمایا۔

ابوذر غفاریؓ کو قریش اتنا مارا کرتے تھے کہ مارتے مارتے زمین پر بچھا دیتے تھے یعنی اس طرح نڈھال کر کے پھینک جاتے تھے کہ گویا وہ مر چکا ہے اور پھر اٹھ نہیں سکے گا۔ ایک ایسے موقع پر حضرت عباسؓ بن ابوالمطلب نے ان کو کہا یعنی اذیت دینے والوں کو، دیکھو تم ایسا نہ کرو کیونکہ یہ شخص بڑے طاقتور بنوغفار سے تعلق رکھتا ہے اور بنوغفار تمہارے شامی تجارت کے رستے میں واقع ہیں۔ عرب عصبیت اگر بھڑک اٹھی اور ان کو پتا چلا کہ تم ان کے ساتھ یہ سلوک کرتے ہو، تمہارے تجارت کے رستے بند ہو جائیں گے۔ چنانچہ اس وجہ سے پھر انہوں نے حضرت ابوذر غفاریؓ سے اپنے ہاتھ کھینچ لئے۔ (صحیح بخاری کتاب بنیان الکعبہ باب اسلام ابی ذر)

یہ تو آزادوں کا حال تھا۔ آپ اندازہ کریں کہ غلاموں سے کیا سلوک ہوتا ہوگا؟ آزاد

قوموں کو اپنے قبیلوں کی حمایت حاصل تھی اور جیسا کہ میں نے بیان کیا ہے قبیلے والے ہی اور ان میں سے اگر بڑے ظلم کریں تو الگ بات تھی ورنہ غیر کو جرأت نہیں ہوتی تھی۔ وہ غلام تو ہر کس و ناکس کی ملکیت بن جایا کرتا تھا۔ جس طرح گلیوں کے کتے ہوتے ہیں بعض دفعہ عرب ان سے بدتر غلاموں سے سلوک کیا کرتے تھے۔ ان میں سرفہرست حضرت بلالؓ بن رباح ہیں جو امیہ بن خلف کے ایک حبشی غلام تھے۔ امیہ ان کو دوپہر کے وقت جبکہ آسمان سے آگ برس رہی ہوتی تھی۔ مکے کے پتھریلے علاقوں میں جب میدان بھٹی کی طرح تپنے لگتے تھے، اس وقت باہر لے جاتا۔ پیٹھ سے قمیض اتار دیتا تھا۔ لٹا کر گرم پتھر آپ کی چھاتی پر رکھ دیا کرتا تھا اور کہتا تھا کہ لات اور عزیٰ کی پرستش کرو اور محمدؐ سے علیحدہ ہو جاؤ ورنہ اسی طرح عذاب دے دے کر ماردوں گا۔ بلالؓ اس اذیت کی انتہا کے وقت اور تو کچھ نہیں کہہ سکتے تھے مگر مسلسل اَحد اَحد اَحد کی آواز اٹھتی رہتی تھی۔ بسا اوقات آپ بے ہوش ہو جاتے تھے مگر بے ہوشی کے وقت بھی آپ کی آخری آواز آپ کے منہ سے احد احد احد کی آواز اٹھ رہی ہوتی تھی۔ ایک موقع پر حضرت ابوبکرؓ نے جب اس ظلم و ستم کو دیکھا تو بہت بڑی قیمت دے کر بلالؓ کو آزاد کروالیا۔ (مسند احمد جلد ا صفحہ: ۴۰۴) جہاں تک امیّہ کا تعلق ہے جب وہ احد کی آواز سنتا تھا تو اس کی آتشِ غضب اور بھڑک اٹھتی تھی اور بعض دفعہ ان کے گلے میں رسہ ڈال کر گلی کے آوارہ لڑکوں کو کہتا تھا کہ انہیں پتھریلی گلیوں میں گھسیٹتے پھرو، جیسا کتے کو گھسیٹا جاتا ہے اور اس طرح حضرت بلالؓ گلیوں میں گھسیٹے جاتے تھے اور مسلسل ایک ہی آواز تھی جو آپؓ کی زبان سے اُٹھتی تھی۔ اَحد اَحد اَحد ۔ روایت والے بیان کرتے ہیں یہی آواز دیتے دیتے آپؓ بے ہوش ہو جایا کرتے تھے۔

ابوفکیہؓ صفوان بن امیہ کے غلام تھے۔ صفوان بن امیہ نے بھی یہی طریق سیکھ لیا تھا۔ گرم زمین پر ان کو لیٹا دیتا تھا اور سینے پر بھاری پتھر رکھ دیا کرتا تھا۔ یہاں تک کہ ان کی زبان باہر نکل جاتی تھی بوجھ سے اور تکلیف سے لیکن ایک دفعہ بھی کلمۂ کفر آپ کے منہ سے نہیں نکلا۔ (اسد الغابہ جلد ۵ صفحہ: ۲۷۳)

عامرؓ بن فہیرہ بھی ایک غلام تھے۔ انہیں بھی اسلام کی وجہ سے سخت تکلیف دی جاتی تھی۔ حضرت ابوبکرؓ نے خرید کر اپنے پاس بکریاں چرانے پر نوکر رکھ لیا۔ (اسد الغابہ جلد ۳ صفحہ ۳۱) لبیبہ بنو عدی کی لونڈی تھیں۔ اسلام لانے سے پہلے حضرت عمرؓ ان کو اتنا مارا کرتے تھے کہ مارتے مارتے خود تھک جایا کرتے تھے پھر کچھ دیر آرام کے لئے بیٹھ جاتے تھے پھر اٹھ کر ان کو مارا کرتے تھے۔

(کامل ابن اثیر جلد ۲ صفحہ ۶۹) وہ کہا کرتی تھیں عمر! اگر تم نے اسلام قبول نہ کیا تو خدا اس ظلم کو کبھی بے انتقام نہیں چھوڑے گا۔ اس بات میں ایک بہت بڑا راز ہے۔ جس سے جماعت کو فائدہ اٹھانا چاہئے۔ انتقام کی جذبے کی انتہا کے وقت جبکہ سب سے زیادہ انتقام کا جذبہ کڑوا ہو چکا ہوتا ہے۔ اس وقت بھی وہ لونڈی یہ جانتی تھی اسلام بہر حال بہتر ہے۔ اگر میں خدا سے یہ بددعا کروں کہ اس کو ضرور ذلیل ورسوا کرے تو خدا ایسا ہی کرے گا۔ مگر میری تمنا یہ ہے کہ اسلام قبول کرلے اور اس کے سارے گناہ بخشے جائیں۔ تو یہ کہا کرتی تھیں اگر تم نے اسلام قبول نہ کیا تو ایسا ہوگا اور میں سمجھتا ہوں کہ اس مظلوم لونڈی کی دعا تھی جو اس دردناک حالت میں حضرت عمرؓ کے حق میں نکلی ہے جس وجہ سے خدا تعالیٰ نے آپ کا انتخاب فرمایا اور ابوجہل کا انتخاب نہیں فرمایا۔ آنحضرت ﷺ نے جب دو بڑوں میں سے ایک مانگا تو یہ دیا گیا۔ اس میں میرا یہ ذوقی نکتہ ہے کہ اس لونڈی کی دعا کا اعجاز بھی شامل ہے۔ یہ آپؓ کی شفیع بن گئی۔ پس خدا تعالیٰ نے اس کو چن لیا اور اس کو چھوڑ دیا جس کے لئے کسی نے دعا نہیں کی تھی۔

حضرت زنیرہؓ بنو مخزوم کی لونڈی تھیں۔ ابوجہل نے اسے اس بے دردی سے پیٹا کہ اس کی آنکھیں جاتی رہیں۔ ہمیشہ کے لئے اندھی ہوگئیں اور ابوجہل طنز کے ساتھ اشارہ کرتے ہوئے کہا کرتا تھا کہ دیکھو جی اسلام سچا ہوتا تو کیا اسے مل جاتا اور میں محروم رہ جاتا؟

حضرت صہیب بن سنان رومی ہر چند کہ غلام نہ تھے۔ یعنی اب وہ غلام ہیں جو پہلے غلام ہوا کرتے تھے پھر آزاد ہوگئے۔ ان میں سے چند کا تذکرہ ہے جو تھے بھی نسبتاً خوشحال لیکن قریش ان کو اتنا پیٹا کرتے تھے کہ حواس مختل ہو جایا کرتے تھے اور گھبرا کر وہ بہکی بہکی باتیں کرنے لگتے تھے۔ وہی صہیب ہیں جن کو حضرت عمرؓ نے زخمی ہونے کی حالت میں امام الصلوٰۃ مقرر فرمایا تھا۔ کہاں وہ مقام اور کہاں یہ مقام۔ اللہ تعالیٰ کی یہ شان دیکھیں اور کہاں وہ بلالؓ جو گلیوں میں گھسیٹا جاتا تھا جس کو ہر کس وناکس، ہر گندہ لونڈا گلی کا، رسیوں کے ساتھ پتھریلی زمینوں پر گھسیٹتے ہوئے مذاق بھی اڑاتا ہوگا، قہقہے لگاتا ہوگا اور اس دردناک عذاب پر گلیوں میں تماشہ بنا لیا گیا ہوگا۔ ایک ایسا وقت آیا حضرت عمرؓ حضرت بلالؓ کو دیکھتے تو سیدنا بلالؓ، سیدنا بلالؓ کہتے ہوئے اٹھ کر کھڑے ہو جاتے تھے۔ دیکھو! دیکھو!! ہمارا آقا بلالؓ آ گیا ہے۔ **پس دیکھو غلاموں کو توحید نے کیسی عزت بخشی تھی۔ کیسی عظمت عطا کی تھی اور مکے میں داخل ہوتے ہوئے ایک اس غلام کا جھنڈا بھی تھا۔ جس کے متعلق حضرت**

محمد رسول اللہ ﷺ نے اعلان فرمایا تھا کہ اے اہل مکہ! اگر تم بلالؓ کی پناہ میں آ جاؤ، اس کے جھنڈے کے نیچے آ جاؤ۔ تو تمہیں معاف کر دیا جائے گا۔ پس خدائے واحد ان لوگوں کو کبھی بے اجر نہیں چھوڑتا۔ جو اس کی خاطر دکھ اٹھاتے ہیں، تکلیفیں سہتے ہیں اور عذابوں میں مبتلا کئے جاتے ہیں، لوگ ان کو بھول جاتے ہیں مگر خدا ان کو ہمیشہ یاد رکھتا ہے اور عزت پر عزت دیتا چلا جاتا ہے۔

خباب بن الارتؓ بھی ایک غلام نہیں رہے تھے مگر اپنا کام کرنے سے پہلے یہ لوہار ہوا کرتے تھے۔ آپؓ ایک غلام ہی تھے کیونکہ یہ لوہار تھے، بھٹی دہکایا کرتے تھے جس میں پھر لوہا پگھلا کر اسے کوٹ کر دوسری چیزیں بناتے تھے۔ تو کفار مکہ کو یہ بہت اچھا اپنی طرف سے موقع ہاتھ آ گیا۔ بعض دفعہ ان کی بھٹی سے کوئلے نکال کر ان کو ان کوئلوں پر لٹا دیا جاتا تھا اور ایک شخص ان کی چھاتی پر بیٹھ جاتا تھا تا کہ ہل بھی نہ سکیں۔ اس حالت میں ان سے کہا جاتا تھا کہ اب بولو خدا واحد ہے کہ نہیں ہے اور ان کی طرف سے کبھی ایک دفعہ بھی کلمۂ شرک منہ سے نہ نکلا۔ اسی حالت میں اپنے ہی چھالوں اور اپنے ہی خون سے وہ کوئلے ٹھنڈے ہو جایا کرتے تھے (اسد الغابہ جلد ۲ صفحہ: ۹۸) جو اتنے گرم تھے کہ لوہے کو پگھلا دیا کرتے تھے۔ بعد کے زمانے میں بعض دفعہ وہ اپنا قمیض اٹھا کر دکھایا کرتے تھے۔ یہ دیکھو جیسے برص کے داغ ہوں اس طرح کوئلوں کو بجھا بجھا کر وہ ساری پیٹھ یوں لگتا تھا کہ جیسے برص کا شکار ہو گئی ہو۔ اس پہ وہ سفید داغ پڑ چکے تھے اور ان سے تمسخر بھی ایسے جاہلانہ تھے ایک دفعہ عاص بن وائل نے ان سے تلواریں بنوائیں کیونکہ وہ اپنے کام کے بڑے ماہر تھے۔ جب اس نے اچھی تلواریں بنا کر پیش کیں تو کہا کہ ان کا کوئی دام تمہیں آج میں نہیں دیتا کیونکہ تم تو اس بات کے قائل ہو کہ قیامت کے دن سب سودے ہو جائیں گے جو اس دنیا میں کمی رہ جائے گی اس دنیا میں پوری کر دی جائے گی۔ تو میں تو بہر حال جنت میں جاؤں گا تم جنت میں آ کر قیامت کے بعد جب اس دن میں جنت میں آؤں گا تو مجھ سے پیسے وصول کر لینا۔ اس کو کیا پتا تھا کہ وہ جہنم ہو گا اور حضرت خبابؓ تو جہنم میں جھانک کے بھی نہیں دیکھیں گے۔ لیکن اللہ تعالیٰ کی شان ہے کہ اس نے یہ سارے سودے جہنم بھیجنے سے پہلے ہی طے فرما دیئے ہیں۔ یہ فرما کر کہ حساب کتاب پہلے ہو گا۔ وہاں تمام قرضے چکائے جائیں گے۔ یہ سب کچھ ہو جائے گا پھر جنت والے جنت کی طرف لے جائے جائیں گے اور جہنم والے جہنم میں دھکیلے جائیں گے۔

پھر حضرت عمارؓ کے والد یاسر اور ان کی والدہ سمیّہؓ کو یاد کریں جو بنومخزوم سے تعلق رکھتے تھے۔ بنومخزوم کی غلامی میں کبھی سمیّہ رہ چکی تھیں مگر اب آزاد تھیں۔ ان کو ایسے عذاب دیئے گئے کہ ان کے ذکر سے بھی رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں اور جسم پر لرزہ طاری ہو جاتا ہے۔ حضرت یاسرؓ تو کچھ عرصہ ان دکھوں کو برداشت نہ کر کے آخر اس دنیا سے رخصت ہوئے، اپنی جان جانِ آفرین کے سپرد کر دی۔ ان کی والدہ سمیّہؓ پیچھے کچھ دیر زندہ رہیں یہاں تک کہ ابوجہل نے ان کی ران پہ نیزہ مارا جو ران کو چیرتا ہوا پیٹ تک اتر گیا اور اس حالت میں انہوں نے تڑپ تڑپ کے جان دے دی۔ (مستدرک حاکم کتاب معرفۃ الصحابہ ذکر مناقب عمار جلد ۳ صفحہ: ۳۸۳) ایک عمارؓ بے چارا بچارہ گیا تھا۔ اس سے بالآخر یہ دباؤ برداشت نہیں ہوا اور ایک موقع پر اس نے اپنی جان بچانے کے لئے، عذاب سے چھٹکارے کے لئے کلمۂ کفر کہہ دیا لیکن بعد میں زار زار روتا اور تڑپتا ہوا حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا یا رسول اللہ! میں آپؐ سے اپنے متعلق کچھ بات کرنا چاہتا ہوں۔ میں عذاب میں مبتلا ہوں مجھے کوئی چین نہیں ہے۔ یا رسول اللہ ﷺ میں ہلاک ہو گیا ہوں، مجھے ظالموں نے اتنا دکھ دیا کہ میں کچھ ناگفتنی باتیں کہہ بیٹھا ہوں۔ آپؐ نے فرمایا تم اپنے دل کا حال کیسا پاتے ہو؟ عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! میرا دل تو اسی طرح مومن ہے اللہ اور اس کے رسولؐ کی محبت میں اسی طرح سرشار ہے۔ آپؐ نے فرمایا تو پھر خیر ہے؟ خدا تمہاری اس لغزش کو معاف فرما دے گا۔ (طبقات ابن سعد جلد ۳ صفحہ: ۲۴۶) یہ تو آپ ﷺ کے غلاموں کا حال تھا۔ جن کو آپ نے تربیت دی تھی مگر ساری قوم جو ان غلاموں کی طرح ہی ذلت اور رسوائی کی نکبت کا شکار ہو چکی تھی۔ بڑے بڑے سردار تھے جن کی سرداریاں جاتی رہیں۔ بڑے بڑے صاحبِ شوکت اور ہیبت انسان تھے جن سے ادنیٰ ذلیل انسانوں کی طرح سلوک کئے گئے یہاں تک کہ ان کی ہمتیں جواب دے گئیں۔

سوال یہ ہے کہ حضرت اقدس محمد رسول اللہ ﷺ کا ان باتوں میں کیا حال ہوتا ہوگا؟ میں تو اپنی کیفیت کو دیکھ کر کچھ اندازے کرتا ہوں۔ دنیا بھر میں کسی جگہ بھی احمدی پر ظلم ہو تو مجھے ناقابل برداشت اذیت پہنچتی ہے اور اس وقت میں سوچتا ہوں میری اس اذیت کی جو انتہا ہے محمد رسول اللہ ﷺ کی اذیت کا آغاز ہوتا ہے۔ آپؐ کے قدم میری اذیت کے سر پر ہیں اور آپؐ رَحۡمَةً لِّلۡعٰلَمِیۡنَ (الانبیاء: ۱۰۸) تھے۔ ان کے مقابل پر کوئی دنیا میں اور شخص ایسا نہیں ہو سکتا تھا جیسا آپؐ تھے۔ پس ان

میں سے ہر ایک جو اذیت دیا جاتا تھا خدا کی قسم ان سے بڑھ کر محمد رسول اللہ اذیت میں مبتلا کئے جاتے تھے۔ میں اپنے ذاتی تجربے سے گواہی دیتا ہوں کہ انسان کا تصور بھی ان باتوں کو نہیں پہنچ سکتا جس حد تک محمد رسول اللہ ﷺ کو اذیت پہنچی ہے۔ لیکن صبر کی تلقین فرمایا کرتے تھے اور خود بھی صاحبِ صبر تھے اور ایسے صاحبِ صبر تھے کہ خدا تعالیٰ نے فرمایا ذُوْ حَظٍّ عَظِيْمٍ (حم السجدہ:۳۶) تم صبر کی باتیں کرتے ہو۔ اس کو تو صبر عظیم عطا ہوا ہے ایسا صبر کہ کوئی مثال دنیا میں اور پیش نہیں کی جا سکتی۔

اللھم صلِّ علٰی محمد و اٰل محمد و بارک وسلم انک حمید مجید (اٰمین)۔